تحت اللفظ مرثیہ:۱

غازی عباسؑ

۱

کھینچ اے طبعِ رواںؔ آج وہ شمشیرِ سخن
جس کے قبضے میں ہو ہر رنگ کی تاثیرِ سخن
بن کے جو ہر جو چمکنے لگے تقدیرِ سخن۔۔۔
چلتی پھرتی نظر آنے لگے تصویرِ سخن۔۔
ذہن کے سانچے میں مضمون جو ڈھلتے جائیں
دل کے شیشے میں پری بن کے نکلتے جائیں

۲

المدد ماہِ بنی ہاشم و سقائے حرم
رکھتا ہوں پہلے پہل مدح کے میداں میں قدم
بن کے مداح کروں گا ترے اوصاف رقم
شاخِ طوبیٰ مجھے دے دے کہ بنالوں میں قلم
مہکیں فردوس کی منبر پہ میرے ساتھ میں ہوں
جتنے مضمون ہیں چوٹی کے وہ سب ہاتھ میں ہوں

۳

یوں چلے طبعِ رواںؔ نظم کے میداں کی طرف
جس طرح جاتی ہے بلبل چمنستاں کی طرف
نورِ ایماں کا بڑھے جیسے مسلماں کی طرف
یا مرا دستِ طلب خالقِ یزداں کی طرف
تیز دم فکرِ رسا کا مجھے رہوار ملے
دستِ مداح کو تائید کی تلوار ملے

۴

میرے ممدوح کی ادنیٰ سی ہے یہ اک توصیف
ذہن میں اُن کا تصور جو کرے قلبِ ضعیف
شیر کی طرح سے بے خوف رہے پیشِ حریف
نامِ عباس علیؑ نکلے جو وقتِ تصنیف
نکتہ چینوں کے جو جملے ہوں وہ ٹلتے جائیں
حرف گرتے ہوئے لفظوں کے سنبھلتے جائیں

۵

ایسا ممدوح ملا ہے مجھے تقدیروں سے
دل مُنوَّر ہے مرا نظم کی تنویروں سے
لفظیں وابستہ ہیں کل فکر کی تدبیروں سے
بیتیں سب جکڑی ہیں الہام کی زنجیروں سے
نظم کے طرز بتائے ہوئے استاد کے ہیں
جتنے مضمون ہیں سب طبعِ خداداد کے ہیں

۶

اپنی بخشش کی نکالی ہے جو میں نے تدبیر
میرے اس قصد میں کرتو بھی مدد اے تقدیر
مدحِ عباس علیؑ کرنا ہے مجھ کو تحریر
کام آئے گی ریاضت یہ میری وقتِ اخیر
شہِ مظلوم کے گھر بار کا مختار ہے یہ
فوجِ اللہ و پیمبرؐ کا علمدار ہے یہ

۷

وہ علمدار جو ہے شیرِ الٰہی کا پسر
بعد مرنے کے بھی جس کا ہے اب تک یہ اثر
نام کو سن کے لرزتے ہیں دلیروں کے جگر
جس کے روضہ میں جھجھکتی ہوئی جاتی ہے نظر
قدم اٹھتے ہوئے شیروں کے تھمے جاتے ہیں
پاؤں شاہوں کے بھی جاتے ہوئے تھرّاتے ہیں

۸

ان کے بھائی ہیں حسینؑ ابن علیؑ کل کے امام
جس پہ بھیجا کیا معبود درود اور سلام
ذات سے جن کی مرتب ہے شریعت کا نظام
جن کی تلوار سے قائم ہوا دینِ اسلام
پیشوا جتنے ہیں سب راہِ حقیقت پر ہیں
آج تک مہدیؑ دیں تختِ امامت پر ہیں

۹

ہیں جو حسنینؑ جوانانِ جناں کے سردار
ہیں ابوالفضل جری گلشنِ زہراؑ کی بہار
چمنِ فاطمہؑ کے وصف میں بے حدّ وشمار
اس میں ہے چار طرف چادرِ عصمت کا حصار
فخر ہر گل کو ہے دنیا کے حیاداروں پر
بیلیں اس باغ کی چڑھتی نہیں دیواروں پر

۱۰

ہیں یہاں طائروں کے چہچہے الحانِ نماز
نغمۂ ساز کے بدلے ہے اذاں کی آواز
اس کے ہر غنچہ میں پوشیدہ ہے معبود کا راز
بلبلِ سدرہ سے ہر پھول کو ہے راز و نیاز
خار چبھتے ہیں تو گل شکرِ خدا کرتے ہیں
چاک ہوتے ہیں گریباں تو ہنسا کرتے ہیں

۱۱

اہل جنت کا ہے اس باغ کی جانب یہ خیال
نورِ خالق کا بھی شامل ہے ضرور اس میں جمال
دین و دنیا میں نہیں جب تو کوئی اس کی مثال
اس چمن کے ہیں شجر فاطمہ زہراؑ کے نہال
ان کی رفتار نمو راہِ حقیقت میں ہے
جو روش دیکھیے وہ حدِّ شریعت میں ہے

۱۲

اِن کا ہر غنچہ و گل دیتا ہے خوشبوئے وفا
یہ نہالانِ چمن رہتے ہیں راضی برضا
ہر نفس ان کا سمجھ لیجیے جنت کی ہوا
پر نہیں ہلتی ہے پتی کوئی بے حکمِ خدا
یہ شجر آبِ قناعت سے ہرے رہتے ہیں
ان کے پھل صبر کے دامن میں بھرے رہتے ہیں

۱۳

بلبلِ سدرہ سے اس باغ کے بہتر ہیں طیور
یاں برستا ہے عوض پانی کے اللہ کا نور
غنچے معصوم ہیں ان سے نہیں ہوتا ہے قصور
چشمِ نرگس میں ہے معبود کی الفت کا سرور
مے جو مَے خانۂ وحدت میں بنا کرتی ہے
وہ انہیں پھولوں کے دامن میں چھنا کرتی ہے

۱۴

خاک میں مل کے زیادہ ہوئی وقعت ان کی
سارے عالم میں ہے پھیلی ہوئی نکہت ان کی
جتنے مٹتے گئے بڑھتی گئی عزت ان کی
جسمِ مومن میں جو شامل ہوئی طینت ان کی
منتقل ہو کے وہی خون میں سب خوٗ آئی
مدتوں جسم سے سادات کے خوشبو آئی

۱۵

تھا اسی خون کا پیاسا جو ہر ایک اہل عناد
کر دیا فاطمہ زہراؑ کا گلستاں برباد
کی ہر اک طرح کی مہمان بلا کر بیداد
ان کو جنگل میں بھی کرنے نہ دیا گھر آباد
دوپہر میں چمنِ خلد کا ستھراؤ کیا
آبِ شمشیر کا اس باغ میں چھڑکاؤ کیا

۱۶

الغرض کرب و بلا آ کے یہ سرور نے کہا
دیکھو عباسؑ ہمیں مل گیا منزل کا پتا
حشر تک ہم اسی جنگل میں رہیں گے بخدا
قول آقا کا جوں ہی فوجِ خدا نے یہ سنا
کمریں کھول دیں شبیرؑ کے غمخواروں نے
منزلیں ختم کیں قرآن کے سیپاروں نے

۱۷

نورِ خالق پہ ہے عاشور کو لاکھوں کا ہجوم
گھیرے ہیں فاطمہؑ کے چاند کو سب نحس نجوم
قتلِ شبیرؑ کی ہر سمت ہے میدان میں دھوم
شکر کرتے ہیں یہ سن سن کے امام مظلوم
پانی چڑھنے لگا کفار کی تلواروں پر
آب کا قحط ہوا شاہ کے دلداروں پر

۱۸

جب صف آرا ہوا گُل لشکرِ کیں وقتِ سحر
سر ہی سر رَن میں نظر آتے تھے تا حدِّ نظر
باندھ لی فوجِ حسینیؑ نے بھی مرنے پہ کمر
اور علمدار بنا شیرِ الٰہی کا پسر
شہؑ کا منھ یاس سے تکتا رہا رخصت نہ ملی
ہائے عباسؑ کو لڑنے کی اجازت نہ ملی

۱۹

بڑھ کے عباسؑ نے لشکر سے کہا کیا کہنا
بھوک اور پیاس کی ایذا کو خوشی سے سہنا
شام تک گھوڑوں کی باگوں کو اٹھائے رہنا
دیکھنا تن پہ نہ زخموں سے لہو کا بہنا
نام سرور کی رفاقت کا جہاں میں کر جاؤ
شاہ پیاسے ہیں تو تم لوگ بھی پیاسے مرجاؤ

۲۰

مستعد تیغ زنی پر ہوئے جس دم انصار
قبل حملے کے یہ سب ہی میں ہوئے عہد وقرار
بھائیو! آج بچے ایک نہ پیدل نہ سوار
اپنی تیغوں کی پہنچ جائے جناں تک جھنکار
کود کر گھوڑوں سے فردوس کے در کو کھولیں
چل کے اب سایۂ طوبیٰ میں کمر کو کھولیں

۲۱

پہلے ہی حملے میں تر بھر ہوئی کُل فوجِ لعیں
بھاگتا پھرتا تھا ہر چار طرف لشکرِ کیں
خون سے سرخ نظر آتی تھی مقتل کی زمیں
مگر افسوس کہ پانی نہ ملا ان کو کہیں
ساتھ ہر طرح کی قوت نے بھی جب چھوڑ دیا
بھوک اور پیاس کی تکلیف نے دل توڑ دیا

۲۲

جب ہوئی حد سے سوا پیاس کی شدت ان پر
دیکھا کفار نے طاری ہے نقاہت ان پر
حملہ وَر ہونے لگی فوج بکثرت ان پر
خود فِدا ہونے لگی بڑھ کے شہادت ان پر
موت کہتی تھی یہ سب نام بڑے کر کے مرے
آخری سانس میں بھی شاہ کا دم بھر کے مرے

۲۳

دفعتاً فتح کے باجوں کی صدائیں سن کر
قلب کو تھام کے ہاتھوں سے تڑپ کر سرور
بولے عباسؑ سے لو کٹ گیا سارا لشکر
چل کے دیکھیں تو سہی گذری ہے کیا کیا کس پر
ساتھ آئے تھے یہ سب خلد میں جانے کے لئے
ہم کو سب چھوڑ گئے لاشیں اٹھانے کے لئے

۲۴

کر رہے تھے ابھی لاشوں کو شہِ دیں یکجا
ناگہاں دی یہ درِ خیمہ سے فضہ نے صدا
پیاس سے جھولے میں اصغرؑ کا ڈھلا ہے منکا
اب تو ملتا نہیں نبضوں کا بھی بچے کا پتا
لال پردیس میں بانو کا نہ کھو جائے کہیں
گود خالی مری بی بی کی نہ ہو جائے کہیں

۲۵

سن کے قصہ کا بیان یہ ہوا غازیؑ پہ اثر
غیض سے کانپ اٹھا شیر کا سینے میں جگر
جوڑ کر ہاتھ شہِ دیں سے یہ بولا صفدر
ٹکڑے دل ہوتا ہے سن سن کے یہ بچوں کی خبر
آپ رخصت نہیں دیتے مجھے جاؤں کیسے
پانی بچوں کے لئے نہر سے لاؤں کیسے

۲۶

دیر تک سوچ کے کہنے لگے رو کر شبیرؑ
ہائے تم سے بھی چُھڑاتی ہے مجھے اب تقدیر
خیر بچوں کے لئے پانی کی کرلو تدبیر
شرط یہ ہے کہ اجازت تمہیں دے دیں ہمشیر
نام گر جنگ کا آیا تو نہ جانے دیں گی
تم کو پھر خیمے کے باہر بھی نہ آنے دیں گی

۲۷

اِذن شہؑ پا کے جو غازیؑ کو بڑھا جوشِ وغا
موجزن قلب کی رگ رگ میں ہوا خونِ وفا
خود بخود ٹوٹ گیا جوش میں ہر بندِ قبا
شیرِ حیدرؑ درِ خیمہ کی طرف رَن سے چلا
گھر میں آتے ہی عجب بچوں پہ آفت دیکھی
ہونٹ پَپڑائے ہوئے نزع کی حالت دیکھی

۲۸

جوڑ کر ہاتھوں کو زینبؑ سے یہ صفدر نے کہا
پانی لانے کا شہِ دیں نے کیا حکم عطا
آپ بھی اذن جو دیتیں تو مناسب ہوتا
دیکھا جاتا نہیں بچوں کا تڑپنا بخدا
میں سوا نہر کے ہرگز نہ کہیں جاؤں گا
لے کے پانی ابھی دم بھر میں چلا آؤں گا

۲۹

سن کے یہ پیٹ لیا زینبؑ ناشاد نے سر
بولیں اس ذکر سے پھٹتے ہیں مرے قلب وجگر
میرے اکبرؑ کو چلے چھوڑ کے بھائی کس پر
بے تمہارے مرا لٹ جائے گا اس دشت میں گھر
منھ نہ پردیس میں ہم لوگوں سے موڑو بھیا
ساتھ غربت میں نہ شبیرؑ کا چھوڑو بھیا

۳۰

آ کے کیا دیکھتے ہیں اتنے میں سلطانِ امم
جیتے جی ہوتا ہے عباسؑ کا گھر میں ماتم
بال کھولے ہوئے گھیرے ہیں انہیں اہلِ حرم
گرد تابوت ہیں یا کالے پھریروں کے علم
رنج وغم قلب پہ عباسؑ کے چھائے ہوئے ہیں
پر سکینہؑ کو کلیجے سے لگائے ہوئے ہیں

۳۱

دیکھا اک سمت یہ ہے زوجۂ عباسؑ کا حال
شمع سوزاں کی طرح روتی ہیں کھولے ہوئے بال
غم سے زردی ہے عیاں چہرہ پہ یوں دل ہے نڈھال
روشنی مہر کی جس طرح گھٹے وقتِ زوال
ہوش کہتا ہے مجھے آ کے سنبھالے کوئی
ڈوبنے والا ہے دل اس کو بچا لے کوئی

۳۲

شہؑ نے غازیؑ سے کہا میری نصیحت سُن لو
قلب میں میرے جو پنہاں ہیں وہ حسرت سن لو
آخری تم سے جو کرتا ہوں وصیت سن لو
منحصر جس پہ ہے امت کی شفاعت سن لو
دل میں امت کے مٹانے کا نہ ارمان رہے
پانی لینے کے لئے جاتے ہو یہ دھیان رہے

۳۳

دیکھ عباسؑ بنِ سعد نہ مرنے پائے
برش تیغ کی فریاد نہ کرنے پائے
شمر کے خون میں شمشیر نہ بھرنے پائے
عصر کا وقت نہ میداں میں گذرنے پائے
جاؤ اب جان گئے تم میرا مطلب بھائی
منتظر دیر سے ہے ڈیوڑھی پہ مرکب بھائی

۳۴

دے کے پھر سوکھی ہوئی مشک سکینہؑ نے کہا
پیاس سے ہوش ہمارے نہیں اِس وقت بجا
بچ نہیں سکتے جو پانی ہمیں دم بھر نہ ملا
جلد دریا سے پلٹ آیئے گا بہرِ خدا
راہ دروازے پہ بادیدۂ نم دیکھیں گے
ہم کو جب تک نظر آئے گا علم دیکھیں گے

۳۵

لے کے مشکیزہ سکینہؑ سے وہ ابنِ حیدرؑ
عرض زینبؑ سے یہ کرنے لگا بادیدۂ تر
پیاس سے جھولے میں بے ہوش پڑا ہے اصغرؑ
آپ کا اذن نہیں پانی میں لاؤں کیوں کر
سن کے یہ ثانیٔ زہراؑ نے رضا بھی دے دی
رو کے عباسؑ کو نصرت کی دعا بھی دے دی

۳۶

کر کے تسلیمِ علَم لے کے چلا وہ صفدر
باہر آنے لگا جب برجِ شجاعت کا قمر
بڑھ کے اقبال نے سرکا دیا یوں پردۂ در
چادرِ شب کو ہٹا دیتی ہے جس طرح سحر
شعلۂ حسن جو پنجے کا بھڑک جاتا تھا
نور اسلام کے چہرے کا چمک جاتا تھا

۳۷

رخش کے پاس جو آیا پسرِ عقدہ کشا
شور اک بار یہ افواجِ مخالف میں ہوا
دیکھو وہ آتا ہے رَن میں خلفِ شیر خدا
کھل کے میدان کی وہ کھاتا ہے شُقّہ بھی ہوا
چھوٹ پنجے کی پھریرے پہ جو پڑ جاتی ہے
سبز پوشاک میں ایک حور نظر آتی ہے

۳۸

جم کے یوں بیٹھ گیا پشتِ فرس پر صفدر
نقش جیسے دلِ مومن پہ ہو نامِ حیدرؑ
ایسے رہوار کو کہہ سکتے ہیں گھوڑا کیوں کر
یہ نگیں وہ ہے کہ ہے مہرِ سلیماںؑ جس پر
حکمِ معبود چلا چرخ پہ عیسیٰؑ کو لیے
شوقِ دیدارِ خدا جاتا ہے موسیٰؑ کو لیے

۳۹

سوئے جنگ گاہ مچلتا ہوا رہوار بڑھا
تیغیں نعلوں کی اٹھائے دمِ پیکار بڑھا
غل ہوا وہ فرسِ حیدر کرارؑ بڑھا
حسنِ رفتارِ قدم کر کے یہ گفتار بڑھا
دلفریب ایسی زمانے میں ہے فطرت کس کی
پتلیاں آنکھوں کی دیکھا کریں صورت جس کی

۴۰

جب چلا نورِ شجاعت کا وہ حامل ہو کر
رن میں چمکا کیا تازی مہِ کامل ہو کر
دین کی تیغ بنا کفر کا قاتل ہو کر
رن میں آیا ہے وظائف کا بھی عامل ہو کر
اپنی گردن دمِ رفتار جو خم کرتا ہے
پڑھ کے خود نادِ علیؑ سینے پہ دم کرتا ہے

۴۱

جانور اِس کو سمجھ سکتی ہے کب عقل بشر
صفتیں بعض ہیں انسانوں سے اِس میں بہتر
لا کے دے دیتا ہے یہ چرخ کی راکب کو خبر
صرف اک بات کی ہوتی نہ اگر اس میں کسر
پھر نہ حیوان سے اس کا کوئی رشتہ ہوتا
پَر بھی ہوتے کہیں اس کے تو فرشتہ ہوتا

۴۲

راہِ خالق میں بسر ہوتا ہے ہر دن اس کا
اپنے آقا کی رفاقت میں کٹا سِن اس کا
فرشِ آرام ہے ہر اک دلِ مومن اس کا
صاف شیشہ کی طرح رہتا ہے باطن اس کا
روشنی مہر کی پہلو پہ جو پڑ جاتی ہے
حَرَکَت قلب کی سائے میں نظر آتی ہے

۴۳

حکمِ راکب کو یہ خالق کی رضا جانتا ہے
خاک کو راہِ حقیقت کی بہت چھانتا ہے
دشتِ جنگاہ کی حدت کو نہیں مانتا ہے
اپنے دشمن کی یہ آواز کو پہچانتا ہے
وصف اِس کا جو بیاں کیجیے وہ تھوڑا ہے
اِس کو اعدا کی مبارز طلبی کُوڑا ہے

۴۴

بھر گئی اسپ سبک رو میں جو میداں کی ہوا
کر کے رہوار کو مہمیز جری آگے بڑھا
رعب نے بڑھ کے یہ دی لشکرِ اعدا کو صدا
شیر آتا ہے ترائی سے خبردار ذرا
تَن کے راکب نے جو حملے کی زَدوں کو روکا
اُڑ کے مرکب نے بھی فوجوں کی حدوں کو روکا

۴۵

ہاں قلم حملۂ عباسؑ کا منظر دکھلا
تشنہ لب شیر کے بگڑے ہوئے تیور دکھلا
ہے کدھر دوسرا جبریلؑ کا شہپر دکھلا
رن میں چلتی ہوئی تلوار کے جوہر دکھلا
دینِ اسلام کی تلقین ہر اِک وَار میں ہے
کلمۂ حق کی صدا تیغ کی جھنکار میں ہے

۴۶

نام اس تیغ کا مشہور ہے دریائے ظفر
گھاٹ پر اس کے بنا رکھا ہے خود فتح نے گھر
ملکِ اسلام میں پھیلا ہوا ہے اس کا اثر
ڈوب کر اس میں ابھرتا ہی نہیں کوئی بشر
شور ہوتا نہیں اس بحر کی طغیانی میں
خوف سے لہر نہیں آتی ہے اس پانی میں

۴۷

سطح میں اس کی کہیں پر ہے نشیب اور نہ فراز
اس میں چلتا ہے سدا دینِ محمدؐ کا جہاز
ہر مجاہد نے پڑھی اس سے وضو کر کے نماز
حق ہے طغیانئ آب دمِ شمشیر کا راز
بت گئے بہہ کے جہنم میں کس آسانی سے
دھو دیا کعبہ کو حیدرؑ نے اسی پانی سے

۴۸

ابھی کھنچنے بھی نہ پائی تھی جری کی تلوار
ہوش اڑنے لگے اٹھنے لگا میداں سے غبار
زد پہ حملے کے لئے گھوم کے آیا رہوار
تھا منوں گرد کا اعدا کے سروں پر انبار
خاک میں دب کے جو دنیا سے گذر جاتے تھے
زندہ درگور وہ کچھ دیر نظر آتے تھے

۴۹

شان کہتی تھی نہ دیکھے گا کوئی پھر یہ علم
درِ فردوس پہ گڑ جائے گا اب اس کا قدم
حشر تک ہوئیں گی اس کے لئے آنکھیں پرنم
آج سب دیکھ لیں جی بھر کے پھریرے کا حشم
حشر میں سر پہ مُحِبُّوں کے یہ لہرائے گا
ہر عزادار کا دل اس کی ہوا کھائے گا

۵۰

یہ علم وہ ہے فلک جس کا تماشائی ہے
اس کے پنجے کی ضیا آنکھ کی بینائی ہے
اس سے ملنے گلِ فردوس کی بو آئی ہے
یہ پَھرِیرا نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
اس کے سائے کو ہر اک دشمنِ دیں ترسے گا
نور اس ابر سے مومن کے لئے برسے گا

۵۱

نہیں ساکت یہ علم بے حس و بے جاں کی طرح
حملہ ور فوج پہ ہے شیر شبستاں کی طرح
سر پہ عباسؑ کے ہے رحمتِ یزداں کی طرح
نقشِ مصحف ہے دلِ حافظِ قرآں کی طرح
اس کے شُقّے سے جو مَس ہو کے ہوا آتی ہے
سورۂ فتح کی کانوں میں صدا آتی ہے

۵۲

ناز کرتا تھا یہ پنجہ مہِ تاباں ہوں میں
سبز پٹکے نے کہا رحمتِ یزداں ہوں میں
چوب کہتی ہے مددگارِ ضعیفاں ہوں میں
ضَو کا دعویٰ ہے کہ اسلام کا ایماں ہوں میں
کون سی چشم ہے جو دیکھ کے حیران نہیں
مہر سے آنکھ ملانا کوئی آسان نہیں

۵۳

جب تھما رَن میں علم کھول کے وہ ظِلِّ اِلٰہ
دھوپ سے مل گئی میدان کے ذرّوں کو پناہ
گوشۂ چشم میں پنہاں ہوئی اعداء کی نگاہ
ڈھونڈھتی پھرتی تھی سائے کی جگہ رَن کی گیاہ
تپشِ مہر سے صحرا میں جو گھبراتا تھا
رنگ سبزے کا پھریرے پہ چڑھا جاتا تھا

۵۴

پا کے میدان جو گھوڑے کو ہوا رَن کی بھری
قصد چلنے کا کیا مثلِ نسیمِ سحری
شمر کو دیکھا جو راکب نے بڑھا غیضِ جری
آ گئی جوشِ حرارت سے پسینے کی تری
شکنیں غیض سے ماتھے پہ جو بل کھانے لگیں
لہریں دریائے شجاعت میں نظر آنے لگیں

۵۵

پڑھ کے غازیؑ نے رجز کھینچ کے کاٹھی سے حُسامؔ
یوں کیا شمر سے اس شیر نے پھر بڑھ کے کلام
تین دن سے تجھے معلوم ہے پیاسے ہیں امامؑ
پانی لینے کے لئے آیا ہوں میں او ناکام
طلبِ آب کی ہرگز نہ تھی حاجت مجھ کو
ختم کرنا تھی فقط تجھ سے یہ حجت مجھ کو

۵۶

برچھیاں تانے ہوئے جتنے نظر آتے ہیں
تیغ باندھے ہیں مگر خوف سے تھرّاتے ہیں
میری باتوں ہی کو سن سن کے یہ گھبراتے ہیں
اب میرے ہاتھ سے یہ بچ کے کدھر جاتے ہیں
لڑ کے کردوں گا انہیں خاک کے ظرفوں کی طرح
ہوں گے سرتن سے جدا روح کے حرفوں کی طرح

۵۷

بھاگنے کے لئے باگیں وہ اٹھائے ہیں سوار
کتنے باقی ہیں گئے کتنے ذرا کر تو شمار
نام گر یاد نہ ہوں دشمں دیں کہہ کے پکار
متفرق وہ ہوئی دیکھ پیادوں کی قطار
نہ لڑیں مل کے سپاہی تو وہ قوت نہ رہے
انگلیاں پھیلیں تو پھر ہاتھ میں طاقت نہ رہے

۵۸

نہر پر جانے کو روکا تو برائی ہوگی
ایسی گھمسان کی اس وقت لڑائی ہوگی
دہنِ زخم سے حیدرؑ کی دُہائی ہوگی
اس قدر خون بہے گا کہ ترائی ہوگی
ندّیاں رَن میں لہو کی ابھی بہہ جائیں گی
موجیں خیمے سے بِنِ سعد کے ٹکرائیں گی

۵۹

ناگہاں چلنے لگے لشکرِ اعدا سے خدَنگ
دیکھ کر تیروں کو غازیؑ کی بڑھی اور اُمنگ
فوج میں ڈوب گیا بحرِ شجاعت کا نہنگ
سب کو یاد آنے لگی خیبر و صفین کی جنگ
حیدریؑ تیغ کے لوہے کو قضا مان گئی
روحِ مرحب بھی بہت دور سے پہچان گئی

۶۰

تھا نہ عباسؑ کا اس دم کوئی مونس نہ کفیل
اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی شجاعت کی دلیل
یوں ہوا آنچ میں تلواروں کی وہ شیرُ دَخِیلؔ
جس طرح آتشِ نمرود میں پہنچے تھے خلیلؑ
شور تھا اوج پہ اَب کعبہ کی حرمت ہوگی
دمِ شمشیر سے گل شمعِ ضلالت ہوگی

۶۱

ساقیا جلد خبر لے کہ یہ ہے وقتِ خمار
کھنچ کے وہ چلنے لگی تیرے پسر کی تلوار
گلشنِ موت میں آئی ہے پئے سیرِ بہار
رن سے آنے لگی اعدا کے لہو کی بوچھار
تنِ بسمل سے جو مَس ہو کے ہوا آتی ہے
غنچۂ زخم کے کھلنے کی صدا آتی ہے

۶۲

ساقیا آج ٹلے گا نہ تیرے در کا فقیر
تجھ سے سائل تیرا مَے خوارا ہے اے کُل کے امیر
جام و خم دونوں عطا کر مجھے بے مثل و نظیر
خم وہ دے لائے تھے جبریلؑ جسے روزِ غدیر
کون سے جام کی خواہش ہے بتا دوں ساقی
یاد ہے تجھ کو مگر میں بھی بتا دوں ساقی

۶۳

عرش سے دستِ پیمبرؐ پہ جو آیا وہ جام
پنجتن کو دیا جس جام نے خالق کا پیام
جس نے پہنچا دیا خلّاقِ دو عالم کا سلام
جس کی گردش ہوئی شبیرؑ کے ہاتھوں پہ تمام
جس نے انوارِ الٰہی کی زیارت بھی کی
ہاتھ پر جس نے یداللہ کے بیعت بھی کی

۶۴

تھا اسی جام کا یہ تیرے مُحِبُّوں پہ اثر
حال صفوان کا دنیا میں ہے روشن سب پر
حکم سے تیرے گیا آگ میں جلنے کو مگر
شعلے سب سرد ہوئے بیٹھ گئے بجھ کے شرر
نہ جلا رویاں بھی عاشق جو تیرے نام کا تھا
میں سمجھتا ہوں کہ چھینٹا یہ اسی جام کا تھا

۶۵

پا کے اس جام کو تو بھی تو سما تک پہنچا
منزلِ جادۂ تسلیم و رضا تک پہنچا
نشہ جب اور بڑھا عرشِ عُلا تک پہنچا
شبِ معراج کے پردے میں خدا تک پہنچا
خلوتِ راز سے احمدؐ کو صدا دی تو نے
انتہا قربِ الٰہی کی دکھا دی تو نے

۶۶

قبل مَے دینے کے سن لے مری حاجت ساقی
ایک دو جام میں بھرتی نہیں نیت ساقی
کیا بتاؤں مجھے کتنی ہے ضرورت ساقی
ہاں یہ مَے خانہ مجھے کردے عنایت ساقی
اپنی اولاد کو تا حشر پلانا ہے مجھے
ننھے بچوں کی بھی گھٹی میں ملانا ہے مجھے

۶۷

نشہ اس مے کا ہر اک نشّے سے ممتاز رہے
بے خودی میں بھی ہر اِک راز مرا راز رہے
طائرِ ذہن میں بھی طاقتِ پرواز رہے
سرخیٔ چشم میں یہ قوتِ اعجاز رہے
آنکھ جو مجھ سے ملائے وہ شرابی ہو جائے
صاف پانی کو جو دیکھوں تو گلابی ہو جائے

۶۸

وہی مَے جس کو چڑھاتے ہیں شریعت والے
فخر سے مانگتے ہیں جس کو قناعت والے
جس کی امید میں ہیں نزع کی حالت والے
قبر میں لیٹتے ہیں پی کے جسے متوالے
مست ایسے ہیں کہ تا حشر یہ ہشیار نہ ہوں
گر کوئی شانہ ہلائے بھی تو بیدار نہ ہوں

۶۹

نام لے کر دمِ رحلت جو ترا مرتے ہیں
جا کے تربت میں تیری مدح و ثنا کرتے ہیں
موت سے پہلے نہ ڈرتے تھے نہ اب ڈرتے ہیں
تیرے مَے کش ترے اعجاز کا دم بھرتے ہیں
ساقیا تیرا اشارہ بھی جو پا جائے ابھی
روحِ مَے اڑ کے ہر اک جسم میں آ جائے ابھی

۷۰

جان دینے کو جو ہر جام پہ تیار تھا میں
پی کے کس طرح نہ مرتا کہ گنہگار تھا میں
ایسا بے ہوش پسِ مرگ نہ زنہار تھا میں
بند آنکھیں دمِ تلقین تھیں ہشیار تھا میں
ہوش کو میرے نکیرَین نے بھی مان لیا
میری میت نے بھی ساقی تجھے پہچان لیا

۷۱

مَے کشی کا تیرے مَے خوار صلا پائیں گے
درِ فردوس پہ جس وقت یہ رند آئیں گے
دل کے پیمانوں میں مَے بھر کے لیے جائیں گے
اہل جنت کو تبرک ترا پہنچائیں گے
دے گا رضواں بھی اجازت انھیں لے جانے کی
مہر شیشوں پہ جو ہو گی ترے مَے خانے کی

۷۲

نشہ ہو جانے پہ کب رکتی ہے رندوں کی زباں
کر نہیں سکتے ہیں یہ رازِ محبت کو نہاں
پنجگانہ جو ہوا کرتی ہے مسجد میں اذاں
تیرے اوصاف کیا کرتے ہیں اس میں بھی بیاں
گھر سے اللہ کے سب تجھ کو صدا دیتے ہیں
یادِ خالق میں تیری یاد ملا دیتے ہیں

۷۳

نشّے کی دُھن میں رہی کچھ بھی نہ میداں کی خبر
مَل کے آنکھوں کو جو دوڑاتا ہوں میں رَن میں نظر
نہ وہ فوجیں ہیں کسی جا پہ نہ اب وہ لشکر
جھومتا پھرتا ہے تنہا مرے ساقی کا پسر
اتنی غفلت جو ہوئی ہے سرِ منبر ساقی
ٹال دینا مجھے مَے خوار سمجھ کر ساقی

۷۴

وہ غضنفر کا فَرَس شیر کی رفتار چلا
موج کی طرح سوئے نہر وہ رہوار چلا
میان میں رکھ کے جری تیغِ شرر بار چلا
قبضہ کرنے کو ترائی پہ علمدار چلا
بحرِ افواج کو طے کر کے تھپیڑے کی طرح
پہنچا ساحل پہ فَرَس نوحؑ کے بیڑے کی طرح

۷۵

ہل گیا نعرۂ عباسؑ سے دریا کا جگر
لہریں تھرّ اتی ہیں اب تک یہ ہوا ان پہ اثر
قلب میں اپنے چھپاتے تھے حبابوں کو بھنور
ہو کے روپوش صدف میں یہی کہتے تھے گہر
خوف اِس شیر کا تا حشر نمایاں ہو گا
ابر جب گرجے کا ہر بحر میں طوفاں ہوگا

۷۶

پہنچا دریا پہ وہ صفدر جو بصد جاہ و حشم
تھم گیا روک کے رہوار کو سقائے حرم
شوق سے چومے لبِ نہر نے گھوڑے کے قدم
مشک بھرنے کو سکینہؑ کی جھکا ابرِ کرم
عکس عباسؑ کا دریا پہ جو پڑ جاتا تھا
شیر ہر لہر میں پانی کی نظر آتا تھا

۷۷

نہر بے چین جو تھی خیمے میں جانے کے لئے
موجیں بڑھنے لگیں سب راہ بتانے کے لئے
دوڑی دریا کی ہوا گرد اٹھانے کے لئے
لہریں بے تاب ہوئیں مشک میں آنے کے لئے
کھا کے گردش جو گیا مشک کے اندر پانی
ہمہ تن بن گیا پیاسوں کا مقدر پانی

۷۸

بھر چکا مشک کو جس وقت وہ شہ کا غمخوار
صاف کی خون میں ڈوبی ہوئی اپنی تلوار
پانی چلّو میں لیا اس لئے جھک کر اک بار
جان کر پیتے ہوئے مجھ کو پیے گا رہوار
غل ہوا شیر کے پنجے میں ہے دریا دیکھو
پانی مٹھی میں ہے مثلِ یدِ بیضا دیکھو

۷۹

نذر دریا نے جو غازی کو دیا تھا پانی
چھین کر نہر جو قبضے میں کیا تھا پانی
نہ تو راکب نے نہ مرکب نے پیا تھا پانی
اپنے پینے کو نہ چلّو میں لیا تھا پانی
جوش اسلام کا جو شوق نے دلوایا تھا
پانی خود ہاتھ میں بیعت کے لئے آیا تھا

۸۰

پیاس یاد آتے ہی بچوں کی پڑا دل پہ اثر
پھینک کر پانی کو وہ ساقئ کوثر کا پسر
تشنہ لب نہر سے واپس ہوا جب خستہ جگر
جا کے دینے لگے جاسوس یہ لشکر کو خبر
یوں ہی ساکت رہیں سب لوگ دلیر آتا ہے
پیاسا پلٹا ہے تو بپھرا ہو شیر آتا ہے

۸۱

اہلِ لشکر میں یہ ہونے لگے شُہرے ہر سوُ
جان بچنے کا کوئی ہے تو یہی ہے پہلو
پیچھے ہٹ جائیں نہ ہو جن کو دلوں پر قابو۔۔!
ڈال دیں خاک جہاں رَن میں ہو پہلے کا لہو
ہیں برے شیر کے تیور یہ غضب ڈھائے گا
وہیں آئے گا جدھر خوں کی بو پائے گا

۸۲

فوج سے کہتا تھا یہ رعبِ غضنفر ہر بار
زد پہ حملے کی کوئی آئے نہ پیدل نہ سوار
چیخ کر رونے نہ پائے کوئی زخمی زنہار
جتنے بے ہوش ہیں وہ ہونے نہ پائیں ہشیار
غیض کو اپنے ضعیفوں پہ بہت ٹالتا ہے
شیر مردے پہ کبھی ہاتھ نہیں ڈالتا ہے

۸۳

شور تھا رَن میں کہ عباسؑ کی دیکھو نڈری
مشک کاندھے پہ لٹکتی ہے جو پانی سے بھری
دل کو دریا کے نکالے لیے جاتا ہے جری
قابلِ دید ہے رہوار کی بھی عشوہ گری
پاؤں کو کھینچ کے دریا میں بھنور ڈال گیا
سینۂ نہر میں بھی زخمِ جگر ڈال گیا

۸۴

گھاٹ سے دور نظر آتے تھے فوجوں کے دل
بڑھے دریا کی طرف جھوم کے جیسے بادل
موت کہتی تھی چلے کھانے کو یہ تیغ کے پھل
سر فروشوں کو خبر دینے لگا پیکِ اجل
دیکھو پھر سر پہ وہی تیغِ جری آتی ہے
رن میں دریا سے نہا دھو کے پَری آتی ہے

۸۵

سارے عالم میں ہے مشہور نزاکت اس کی
بات کرنے میں بگڑتی ہے طبیعت اس کی
حد سے بڑھتی ہے دمِ جنگ جو محنت اس کی
فکریں دم لینے کی کر لیتی ہے فطرت اس کی
تھک گئی جب تو کلیجہ میں ٹھہر جاتی ہے
دامنِ زخمِ جگر کی یہ ہوا کھاتی ہے

۸۶

رن میں آئی تو ملا اس کی طبیعت کا سراغ
ضوفگن اپنی چمک سے ہے یہ مانندِ چراغ
گلِ جوہر سے بسا رہتا ہے ہر وقت دماغ
اس کے قدموں سے لگا رہتا ہے فردوس کا باغ
ڈھال کی سیج پہ آرام کیا کرتی ہے
کروٹیں پھولوں کے دامن پہ لیا کرتی ہے

۸۷

جمع جب ہو چکی بھاگی ہوئی سب فوجِ شریر
آ چکا زد پہ جو اس شیر کی وہ صید کثیر
کھنچ کے یوں میان سے باہر ہوئی فوراً شمشیر
عقل سے جیسے عیاں ہوتا ہے حسنِ تدبیر
دلِ مظلوم سے تاثیرِ فغاں نکلی ہے
گھر سے معبود کے آوازِ اذاں نکلی ہے

۸۸

کھنچتے ہی تیغِ جری ہو گئی مصروفِ جدال
چلتے ہی کاٹ دیا سب کی شجاعت کا خیال
رن کا چہرہ بھی ہوا شعلۂ شمشیر سے لال
عرصۂ حشر نظر آتا تھا میدانِ قتال
دہنِ خاک سے یوں دودِ فغاں اٹھتا تھا
خون گرتا تھا زمیں پہ تو دھواں اٹھتا تھا

۸۹

اپنے جوہر سے یہ کی تیغِ جری نے گفتار
دامِ تزویر سے کفار کے رہنا ہشیار
آخری کفر سے ہے دینِ نبیؐ کی پیکار
ساتھ تکبیر کے پہنچے گی فلک تک جھنکار
ہو کے خوش سر کو صفائی سے جدا دیکھے گا
سَر قریبِ رگِ گردن سے خدا دیکھے گا

۹۰

شعلۂ تیغ پہ جب پڑتی تھی اعدا کی نظر
روشنی آنکھوں کی کر جاتی تھی دنیا سے سفر
آ کے تلوار اڑا لیتی تھی ہر جسم سے سر
وار سے اپنے نہ غافل تھے کسی دم جوہر
ان کی ضربت کے بھی انداز نرالے نکلے
ان کے سائے سے ہر اک جسم پہ چھالے نکلے

۹۱

بت پرستوں کو نہ تھا اپنے خدا کا کوئی ڈر
ہاں مگر نام سے اس تیغ کے ہلتے تھے جگر
زخمیوں پر یہ پڑا شیر کی ضربت کا اثر
روحیں کہتی تھیں ہر اک جسم سے باہر آ کر
سو جنم لے کے یہ صدمے نہ اٹھائیں گے کبھی
اب نہ انسان کے قالب میں ہم آئیں گے کبھی

۹۲

تھا دمِ جنگ جو میدان میں پانی نایاب
جب ہوا پیاس سے رَن میں کوئی بسمل بے تاب
دہنِ زخم نے مانگا دمِ صمصام سے آب
لبِ شمشیر سے اس کو یہ ملا خشک جواب
تر کرو گے جو کلیجہ تو قیامت ہوگی
نارِ دوزخ کو جلانے میں مصیبت ہوگی

۹۳

تیز جب ہوگئی شمشیر کی رَن میں رفتار
تا فلک جانے لگی خونِ عدو کی بوچھار
یاد آئی جو لعینوں کو بزرگوں کی فرار
لاشیں پیادوں کی کچلتے ہوئے جاتے تھے سوار
کس کی میت ہوئی پامال یہ کب جانتے تھے
باپ کے مردے کو بیٹے نہیں پہچانتے تھے

۹۴

دیکھ کر حشر بپا ہوگئے اعدا محتاط
عازمِ نار ہوئے چھوڑ کے سب عیش و نشاط
مرنے والوں کی نظر آئی جو رَن میں اِفراط
بنی شمشیرِ علمدارؑ کی میداں میں صراط
مہرِ محشر کی طرح سر پہ علم پاتے تھے
تیغ کی دھار پہ دوزخ کو چلے جاتے تھے

۹۵

اہلِ لشکر سے یہ کرتا تھا بنِ سَعدؔ خطاب
گھیر کر مار لیں اس شیر کو سب لوگ شتاب
فوج جھنجھلا کے یہ دیتی تھی ستمگر کو جواب
ہم پہ بے کار ہے اس بات کا الزام جناب
پانی جب بھرتے تھے عباسؑ تو ٹوکا ہوتا
گھاٹ پر فوج نے حَجّاجؔ کی روکا ہوتا

۹۶

آپ کس بات کے افسر ہیں بتائیں سرکار
چتر کس عہدے کا ہے آپ کے سر پر زرتار
دیکھنے ہی کو لگائی ہے کمر میں تلوار
دو قدم بھی نہیں چل سکتا ہے کیا یہ رہوار
سامنا کر کے ہنر جنگ کے بتلایئے تو
آنکھ شیروں سے ملانا ہمیں سکھلایئے تو

۹۷

ہم اگر مر کے جئیں جب بھی نہ یہ ہاتھ آئے
جس کی شامت ہو وہ اس شیر کی زد پر جائے
جیتے جی اس کی نہ ضربت کو خدا دکھلائے
جان بچ جائے تو ہم سمجھیں کہ لاکھوں پائے
دل ہی قابو میں نہیں ہوش میں آئیں کیوں کر
پاؤں اٹھیں تو سہی سامنے جائیں کیوں کر

۹۸

یہ غضنفر کی ہوئی فوج پہ ہیبت طاری
سلب قوت ہوئی ہر قلبِ لعیں کی ساری
سفرِ نارِ جہنم کی ہوئی تیاری
کھا کے غش گرنے لگے گھوڑوں سے باری باری
ہوش جس وقت کسی کو بھی اگر آتا تھا
شیر بیٹھا ہوا سینے پہ نظر آتا تھا

۹۹

دیکھا تلوار نے کفار کو جب سخت جگر
ان پہ یوں پھولی پھلی جیسے ہو پتھر پہ شجر
زہر ہے بہرِ حریف اس کا ہر اک برگ وثمر
موت سے تیز ہے اس نخل کے جھونکے کا اثر
کوہ کا دل بھی حبابوں کی طرح پھوٹتا ہے
سنگ پر گر کے بھی پھل اس کا نہیں ٹوٹتا ہے

۱۰۰

برق کی طرح چمکتی تھی جہاں پر تلوار
ابر بن کر وہیں آ جاتا تھا فوراً رہوار
ہر طرف رَن میں نظر آئے سروں کے انبار
کر سکی موت نہ میدان کے لاشوں کا شمار
آبِ رحمت کو ہر اک روح ترستی ہی رہی
آگ بجلی کی لبِ نہر برستی ہی رہی

۱۰۱

تھا جو عباسؑ کو پہلے سے یہ ارشادِ امامؑ
عصر کا وقت نہ میدان میں ہو جائے تمام
کھینچ لی حکم کی تعمیل نے مرکب کی لجام
دمِ بسمل کی طرح رک گئی رفتارِ حُسامؔ
گھر کے آفات میں آقا کی اطاعت نہ چُھٹی
بطنِ ماہی میں بھی یونسؑ سے عبادت نہ چھٹی

۱۰۲

ہاتھ رکنا تھا کہ سقے پہ قیامت آئی
گھر کے بادل کی طرح فوج بکثرت آئی
بارشِ تیر ہوئی پیاسے پہ آفت آئی
کشتیٔ آلِ محمدؐ پہ مصیبت آئی
کوئی سامان نہ ان پیاسوں کے جینے کا ہوا
ناخدا غرق پیمبرؐ کے سفینے کا ہوا

۱۰۳

دفعتہً چل گئی پہلو سے جو اک تیغِ ستم
دستِ چپ ہو گیا اس شیر کا شانے سے قلم
جھک گیا سجدۂ خالق کے لئے خود بھی علم
خاک میں ملنے چلا فوجِ حسینیؑ کا حشم
دھیان بھی ہاتھ کے کٹنے کا نہ آیا صد حیف
مشک کو دوسرے کاندھے پہ اٹھایا صد حیف

۱۰۴

منتظر تھی درِ خیمہ پہ جو بنتِ سرورؑ
دیر تک اس کو علم آیا نہ جب رَن میں نظر
نہیں معلوم کہ کیا دل کو ہوئی اس کے خبر
بڑھ کے شبیرؑ سے کہنے لگی وہ رو رو کر
ہاتھ میں جوڑتی ہوں مجھ پہ ترس کھایئے آپ
جس طرح ہو میرے عمّوُ کو بلا لایئے آپ

۱۰۵

میرا مطلب یہ نہیں اب کہ مری پیاس بجھائیں
میں نہیں کہتی کہ پانی کے لئے جان گنوائیں
دور ہی سے مجھے دم بھر کے لئے شکل دکھائیں
دیکھ لوں ایک نظر ان کو وہ پھر شوق سے جائیں
میرے دل کو کسی صورت سے تشفی ہو جائے
میں سمجھ لوں کہ وہ جیتے ہیں تسلی ہو جائے

۱۰۶

سن کے یہ عرض سکینہؑ کی شہِ کرب و بلا
اس طرح روئے کہ ملنے لگے سب ارض و سما
ضبط پھر کر کے یہ شبیرؑ نے دختر سے کہا
سچ ہے موقوف ہے تکبیر کی بھی رَن میں صدا
شیر کے نعروں کی آواز نہیں آتی ہے
خود بخود دیکھو کمر میری جھکی جاتی ہے

۱۰۷

ناگہاں فتح کی میداں میں ہوئی شورشِ عام
کانپتے ہاتھوں سے کھینچی شہِ بے کس نے حُسامُ
ابھی کچھ دور ہی پہنچے نہ تھے مظلوم امامؑ
ہو گیا ہائے غضب دوسرا بھی ہاتھ تمام
مشک بھی چھد گئی پانی بہا دل بھر آیا
فرق پر گرز پڑا شیر زمیں پر آیا

۱۰۸

دیکھ کر شاہ کو آتے ہوئے بھاگی جو سپاہ
صاف میدان ہوا پہنچی ترائی پہ نگاہ
پہنچے سرور تو نظر آیا بہت حال تباہ
کہہ رہا تھا وہ جری نزع میں با نالہ و آہ
جس قدر خوں تھا تن میں مرے سب بہہ جاتا
پانی تھوڑا سا سکینہؑ کے لئے رہ جاتا

۱۰۹

سن کے یہ رونے لگے تھام کے شبیرؑ کمر
دیکھنے والوں کے ملنے لگے سینوں میں جگر
یہ ہوا گریۂ مظلوم کا غازی پہ اثر
مرنے والے نے بھی کی چہرۂ بے کس پہ نظر
شکل عباسؑ نے جو بعدِ ولادت دیکھی
پھر وہی صورتِ قرآن دمِ رحلت دیکھی

۱۱۰

شہؑ سے غازیؑ نے کہا ہے یہ وصیت میری
لاش اب خیمے میں لے جائیں نہ حضرتؑ میری
پیاسے بچوں سے مٹے گی نہ خجالت میری
اب دکھانے کے بھی قابل نہیں صورت میری
مر کے بھی سامنے پیاسوں کے میں جاؤں کیوں کر
ہاتھ بھی تو نہیں منھ اپنا چھپاؤں کیوں کر

۱۱۱

آپ فرما چکے جی کھول کے گریہ مجھ پر
اب سوئے خیمہ روانہ ہوں شہِ جنّ و بشر
منتظر ہے مرے مر جانے کا سارا لشکر
حملہ ور ہوں نہ کہیں آپ کو تنہا پا کر
ہائے دنیا سے سفر بھی نہیں کرنے دیتی
بے کسی آپ کی مجھ کو نہیں مرنے دیتی

۱۱۲

پھر یہ کرنے لگے شبیرؑ سے گھبرا کے بیاں
اب دعا کیجیے مشکل ہو مری جلد آساں
مگر اس بات کا بھی ہے مرے دل میں ارماں
دم نکلتا ہے جہاں ہو مری تربت بھی وہاں
لاش اٹھے گی یہاں سے تو مجھے غم ہوگا
اس ترائی سے ذرا سوزِ عطش کم ہوگا

۱۱۳

دفعتًہ ہو نہ مرے مرنے کی خیمے میں خبر
شق نہ ہو جائے کہیں سن کے سکینہؑ کا جگر
کہیے گا زینبِ مضطرؑ سے بہت سمجھا کر
گھر سے اب آنے نہ پائیں علی اکبرؑ باہر
میرے مرنے کا ذرا بھی نہ اثر لیجیے آپ
جا کے جلدی سے سکینہؑ کی خبر لیجیے آپ

۱۱۴

آج میں آپ پہ ہوتا ہوں تصدق یا شاہ
تشنہ لب مرتا ہوں اس بات پہ رہیے گا گواہ
دلِ مجروح نہیں بولنے دیتا مجھے آہ
جا کے سب گھر کو ابھی کیجیے مولا آگاہ
تیر بھی آئیں گے سب خیموں میں ہشیار رہیں
بیبیاں جھولے سے اصغر کے خبردار رہیں

۱۱۵

آپ جب جایئے گا خیمے میں یا شاہِ انام
آل احمدؐ کو یہ پہنچایئے گا میرا پیام
کہہ گیا ہے دمِ آخر تمہیں عباسؑ سلام
سامنے لے نہ سکینہؑ کے کوئی میرا نام
حق رفاقت کا ادا کرکے بہت شاد ہوا
تھا جو گھر بھر کا غلام آج وہ آزاد ہوا

۱۱۶

لے کے سر گود میں عباسؑ کا بیٹھے شبیرؑ
پتلیاں آنکھوں کی پھرنے لگیں جس وقت اخیر
لے کے انگڑائی کہا شیر نے یا ربِّ قدیر
بولے شہ مٹتی ہے افسوس علیؑ کی تصویر
بس کمر توڑ چلے دل کو نہ توڑو عباسؑ
مجھ کو تنہا نہ ستمگاروں میں چھوڑو عباسؑ

۱۱۷

کہہ کے یہ شاہ چلے لے کے رواںؔ مشک وعلم
پہنچے خیمے کے جو نزدیک بصد حسرت وغم
دیکھا جس وقت سکینہؑ نے یہ شہؑ کا عالم
رو کے چلّائی میں کیا دیکھتی ہوں یہ اِس دَم
کوئی پوچھے کہ یہ کیوں شاہِ امم لائے ہیں
میرے عَمُّوؑ ہوئے کیا مشک وعلم لائے ہیں